Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

فیض کی نظموں میں رجائی عناصر

FAITHFUL ELEMENTS IN FAIZ'S POEMS

Muhammad Zaman Parvez*, Dr. Rabia Sarfraz**

ABSTRACT:

Faiz Ahmed Faiz's poetry contains a sea of optimistic elements in which the boat of despair sinks under the whirlpool. His art is so wonderful that he can be seen moving his reader out of the darkness and into the light. Encourages, whether it is the world of grief or grief, love makes man helpless and helpless and man falls into the arms of helplessness and despair and clouds of despair begin to hover over him. They encourage him to live by showing rays. Numerous optimistic elements are found in his poems which give new beauty to his poetry. What is it? They have avoided the irony of oppressive times by laughing and instead of being disappointed with the sanctions, they have raised their voice against them. When the emotions and thoughts were hurt, they became frustrated and the rulers began to kneel before the time. The poems are full of Rajai elements which bring his poetry to its peak. Along with the presentation of Rajai elements, he has presented all the issues and facts of his era.

Key words:

Faiz Ahmad Faiz, Optimism, risen fall, politics, numerous, element of optimism, political issues of Pakistan, Helpful.

فیض احمد فیض کی شاعری میں موضوعات زندگی کا بحر بیکراں ملتا ہے وہ غم زندگی کو ایک نعمت تصور کر کے اس سے حظ اٹھاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں موجود استعارات، تشبیہات اور قوت متخیلہ قاری کو اپنے سحر میں جکڑنے کا فن رکھتی ہے۔ ان کی نظموں میں موضوعات کی بھرمار ہے اور وہ جس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے ہیں اسے بام عروج پر پہنچا دیتے ہیں۔ وطن سے محبت ہو یا محبوب سے محبت اور لگاؤ ہو، ان کی شاعری میں ایسے مضامین اپنے اندر نئے افکار اور جہاں بسائے رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری کا اگر باریک بینی سے مطالعہ کیا جائے تو ان کی شاعری میں رجائیت سے بھرپور نظمیں قاری کو ہمت، حوصلہ اور جینے کا حوصلہ دیتی ہیں۔ قاری جب ان کی نظموں کو بغور پڑھتا ہے تو وہ غم زندگی اور غم دنیا کو بھول کر اچھے دنوں کی امید اپنے دل میں بسا لیتا ہے۔ ان کی نظموں میں قنوطیت اور مایوسی سے بھرپور مضامین اشک بلبل کی طرح ہیں۔ لیکن رجائیت ان کی نظموں پہچان ہے۔ قیام پاکستان کے بعد اردو نظم میں ایک نئی فضا اور خوشبو دکھائی دیتی ہے۔ معاشرتی تقسیم اور خوف وہراس کی فضائے منحوس نے نظم کو تجریدی اور علامتی لبادہ پہنا دیا۔ بہت سارے شعراء کے ہاں ذاتی درد، تنہائی، خوف اور شکست ریخت اور منفی رجحان کی ٹوٹ پھوٹ کو پیش کیا جانے لگا۔ اسی عہد میں شاعری مایوسی اور کھوکھلے پن کے اظہار کے لئے استعمال کی جانے لگی۔

تقسیم ہندوستان کے بعد فیض وہ واحد شاعر ہے جس کی شاعری میں رجائی عناصر سے بھرپور نظمیں ملتی ہیں۔ انہوں نے کبھی علامتی تو کبھی استعاراتی و تشبیہائی انداز میں رجائی عناصر کو پیش کیا ہے۔ ترقی پسند شاعر ہونے کے بجائے ان کا انداز ترقی پسند شعراء سے یکسر مختلف دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے استعاروں اور علامتوں سے بہت کم کام لیا ہے اور نئے استعارات کو بروئے کار لانے کے بجائے پرانے استعاروں کو ایک نئی صورت اور معنویت عطا کی ہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کے بقول:

***Ph.D scholoar, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad**

****Associate Professor, Department of Urdu, Govt. College University, Faisalabad**

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"پاکستان میں نظم نگاری کے تعلق سے جن شاعروں نے ایک خاص امتیاز اور اہمیت کا ثبوت دیا ان میں بہر حال فیض کا نام نمایاں ہے۔ غزل کی طرح نظم میں یوں لگتا ہے جیسے فیض کی طبیعت اور مزاج کے عین مطابق ہے فیض بنیادی طور پر ترقی پسند نظریات کے حامل شاعر ہیں۔ لیکن جس کامیابی سے انہوں نے اپنے کلام کو نعرہ بازی سے محفوظ رکھا ہے اس کی مثال ترقی پسند شاعروں میں بہت شاذ ہے۔ انہوں نے نظم کو بھی غزل کی روایت اور زبان سے آشنا کیا ہے اور اس میں کسی ہیئتی تبدیلی کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ ان کی کامیابی اس میں ہے کہ انہوں نے پرانے استعاروں اور علامتوں کو نئے معنی دیے۔"(1)

عقل انسانی خیر و شر میں فرق واضح کرتی ہے اور خیر و شر کے جذبات واحساسات کو انسان بڑی عرق ریزی سے محسوس کرتا ہے۔ بعض اوقات غم دنیا اور جذبات دنیا عقلِ انسانی کو ایک نئی فضا میں دھکیل دیتے ہیں اور انسان غموں کے آگے گھٹنے ٹیک دیتا ہے، اجنبی راستے اور سنسان گھڑیاں جب انسان کو اپنی آغوش میں جکڑ لیتی ہے تو وہ بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے اور حالات کی ستم ظریفی اور محبوب کی بے وفائی کو اپنے اعصاب پر سوار کر لیتا ہے، اس کی یہ کیفیت اسے مایوسی اور قنوطیت کے دروازے پر دستک دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ فیض کا یہ فن کمال ہے کہ وہ کلام میں ایسے عناصر کو شامل کرتے ہیں جو انسانی اعصاب کو مضبوطی عطا کرتے ہیں اور وہ عزم واستقلال اور ہمت سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ مشکل لمحاتِ زندگی کو ایک بھول تصور کر کے ان کو بھولتا جائے اور جینے کی تمنا کو اپنے اندر بسا لے۔ وہ کہتے ہیں کہ غمِ دنیا انسان کو ایسی سنسان راہوں پر چھوڑ دیتے ہیں جہاں سے واپسی نہ ممکن ہے۔

مانا کہ یہ سنسان گھڑی سخت کڑی ہے

لیکن مرے دل یہ تو فقط ایک گھڑی ہے

ہمت کرو، جینے کی تو اک عمر پڑی ہے(2)

غم دنیا کو فیض ذاتی نوعیت کے پیکر میں ڈھالنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کا غم ذاتی نوعیت کا نہیں بلکہ آفاقی نوعیت کا ہے۔ ان کا غم ذاتی نہیں بلکہ معاشرتی ناانصافی اور ظلم وستم کی مکمل داستان ہے۔ وہ غم دنیا کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص ان کے غم کو اپنا غم تصور کرتا ہے۔ وہ خزینہ مضامین کو بیان کرتے وقت قنوطیت کی طرف نہیں جاتے بلکہ رجائیت کا دامن تھامتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی شاعری میں غم دنیا کو اگر باریک بینی سے دیکھا جائے تو اس میں لذت کشش، چشم و کوش، انبساط آشوب آگہی دکھائی دیتی ہے۔ وہ نئے نئے مضامین کے اندر ایسے موضوعات کو پیش کرتے ہیں کہ قنوطیت بھی رجائیت میں بدل جاتی ہے۔ ان کے کلام کے اندر ایک مخصوص لب ولہجہ پایا جاتا ہے جو قاری کو تاریکی کے بجائے روشن پہلو دکھاتا ہے۔ وہ درو غم کی کیفیات کو رجائیت کا لبادہ پہنا کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کا ایک مخصوص لہجہ ہے جو قاری کو رجائیت اور قنوطیت کی تمام کیفیات سے روشناس کراتا ہے۔ ڈاکٹر شفیق اشرفی کے مطابق:

"فیض کے یہاں سوز و گداز پایا جاتا ہے یا جو غم کی شدید کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں قنوطیت کا پہلو ہرگز نہیں ہوتا۔ فیض کا یہی خوش گوار لہجہ ان کو قنوطی ہونے سے روکتا ہے۔"(3)

فیض کی شاعری میں امت مسلماں کے لئے نیک خواہشات اور نیک جذبات ملتے ہیں۔ ان کی شاعری میں رجائیت کے ساتھ ملی و قومی جذبات کا بھی بحر بیکراں ملتا ہے جو قنوطیت کی ناؤ کو اپنی لہروں کے بھنور میں جکڑ لیتا ہے۔ ان کی عالم اسلام سے محبت اور پھر تمام مسلمانوں کو ہمت اور حوصلہ دینا قابل داد ہے۔ ان کی نظم "ایک ترانہ مجاہدین فلسطین کے لیے" میں رجائی عناصر بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں یہ نظم رجائی عناصر اور رجائیت کا ایسا شاہکار ہے جس کی مثال اردو

نظم میں نہیں ملتی۔ وہ مجاہدین جو غموں اور دکھوں میں مبتلا ہو کر حوصلہ ہار چکے ہیں ان کو فیض جینے کا حوصلہ دیتا ہے۔ ان کے نزدیک مسلمان کا فروں کی چالوں اور دقیانوسی سے نہیں گھبراتا بل کہ اسے اللہ کا امتحان سمجھ کر قنوطیت کے جال میں پھنسنے کے بجائے رجائیت کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ ان کے خیال میں ایسی قومیں جو حوصلہ ہار جاتی ہیں ان پر غیر مسلط ہو جاتے ہیں اور دم آخر تک ان کے جذبات و خیالات کو مجروح کرتے ہیں۔ فیض نے فلسطینی مجاہدین کو ہمت و عظمت سے وابستہ کر کے آگے بڑھنے اور غیر کی طاقت سے بلاخوف لڑنے اور حق کا ساتھ دینے کا حوصلہ فراہم کیا۔ وہ مایوسی کو گناہ تصور کرتے ہیں، قنوطیت ان کے نزدیک تمام تر انسانی صفات کو چھین لیتی ہے اور انسان محض دکھوں اور غموں کا پتلا بن کر رہ جاتا ہے۔ اس لئے وہ رجائیت سے بھرپور مضامین کو اپنی نظموں میں شامل کر قاری کو جینے کا حوصلہ دیتے ہیں تا کہ وہ مایوسی سے دامن چھڑا کر ہمت و عظمت کا ساتھ دے۔ وہ مجاہدین فلسطین کو نصیحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر وہ مایوسی اور قنوطیت کو چھوڑ کر آگے بڑھیں گے تو جیت ان کے پاؤں چومنے لگے گی۔

ہم جیتیں گے

حقا! ہم اک دن جیتیں گے

بآلاخر اک دن جیتیں گے۔

کیا خوف زیلغارِ اعداء

ہے سینہ سپر ہر غازی کا

کیا خوف زیورشِ جیش قضا

صف بستہ ہیں ارواح الشہداء

ڈر کاہے کا

ہم جیتیں گے

حقا ہم جیتیں گے

قد جا الحق وزہق الباطل

فرمودہ رب اکبر

ہے جنت اپنے پاؤں تلے

اور سایہ رحمت سر پر ہے

پھر کیا ڈر ہے

ہم جیتیں گے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حقا ہم ہم اک دن جیتیں گے

بالآخر اک دن جیتیں گے (4)

ان کی سیاسی رجحانات اور ملکی حالات کے متعلق لکھی جانے والی نظموں میں بھی رجائیت ملتی ہے وہ سیاست کو رجائیت سے منسلک کر کے اشعار کو گہری معنویت عطا کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں موجود سیاسی جھلک قاری کو محض بغاوت پر ہی نہیں اکساتی بل کہ اسے عصری رجحانات اور حالات سے آگاہ کرتی ہے۔ ان کی نظموں میں حکومتی پابندیوں کے خلاف ایک بغاوت ملتی ہے جس میں رجائیت کا غالب رجحان دکھائی دیتا ہے۔ وہ قاری کو اچھے وقات اور اچھے مستقبل کے حصول کے لئے آمادہ کرتے ہیں اور ایسے قوانین جو حقوق انسانی کو سلب کرتے ہیں ان کے خلاف آواز اٹھانے پر اکساتے ہیں۔ ان کی شاعری میں سیاسی شعور در اصل اچھے مستقبل کی نوید سناتا ہے۔ وہ سیاسی رجحان کو ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔

ان کی نظموں میں جہاں سیاسی حالات کی عکاسی ملتی ہے وہاں پر سچائی اور خلوص کا ٹھاٹھیں مارتا دریا بہتا دکھائی دیتا ہے، وہ ایسے امکانات اور ہیجانات کے خلاف ہیں جو رجائیت کے بجائے قنوطیت کی جانب گامزن کریں۔ ڈاکٹر فوزیہ یاسمین کے مطابق:

"جہاں تک فیض کا تعلق ہے انہوں نے اپنے زمانے کے سیاسی اور سماجی کرب کو آخر تک برداشت کیا۔ ان کی انقلابی شاعری نے ہمیں راستہ دکھانے کا فرض انجام دیا۔"(5)

فیض کی نظموں میں قنوطیت کو تلاش کرنا کوہ بیستوں سے دودھ نکالنے کے مترادف ہے۔ وہ غم دنیا کو بھی ایک نعمت تصور کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں انسان کو اپنے تمام تر دکھوں اور غموں کو بھول کر اچھے مستقبل کی امید رکھنی چاہیے۔ وہ قوانین اور حاکم وقت کے مظالم کو ہنس کر سہ لینے کا ملکہ رکھتے ہیں اور تمام تر پابندیوں کو توڑ کر اپنی زندگی بسر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا اور بغیر خوف وخطر کے اپنے مقصد کی طرف مگن دکھائی دینا چاہئے۔ وہ تمام تر معاشرتی قدغنوں اور پابندیوں کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حق کے لئے ڈٹ جانا چاہئے۔ انسان کو بغیر خوف کے اور بغیر ڈر کے مقاصد کی تکمیل کے لیے لڑنا چاہیے۔ ان کے خیال میں اگر انسان غم دنیا سے اکتا جائے تو اسے اشک بہانے کا مکمل حق ہے۔ وہ اگر اپنی قسمت پر ہنسنا چاہتا ہے تو اسے ہنسنے کا مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ وہ بجائے اس کے کہ معاشرتی پابندیوں اور خوف کے آگے گھٹنے ٹیک دے اسے چاہیے کہ جو اس کے دل میں جو خواہش ہے تو سے بلاخوف وخطر پورا کرے۔ وہ انسان کے اندر حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کی مکمل سعی کرتے ہیں۔

اب کیوں اس دن کی فکر کرو

جب دل ٹکڑے ہو جائے گا۔

اور سارے غم مٹ جائیں گے

تم خوف وخطر سے در گزرو

جو ہونا ہے سو ہونا ہے

گر رونا ہے تو رونا ہے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تم اپنی کرنی کر گزرو

جو ہو گا دیکھا جائے گا (6)

فیض کی شاعری میں عصری شعور واضح دکھائی دیتا ہے۔ ان کی شاعری میں اپنے عہد کے تمام تر سیاسی سماجی حالات کی تصویر قاری کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ انہوں نے بہت ساری قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی شاعری میں ایام سلاسل کی جو جھلک دکھائی دیتی ہے وہ قاری کو اس عہد کے حالات سے آگاہ کرتی ہے۔ انہوں نے استعارات اور تشبیہات کے ذریعے عصری ظلم و ستم کی جو داستان قلم بند کی ہے اس کی مثال اردو ادب میں نہیں ملتی۔ انہوں نے لفظوں کی ہیر پھیر نہیں کی بل کہ نئے رجحانات اور میلانات کو قبول کر کے شعری حسن میں اضافہ کیا ہے۔ اگر ان کی شاعری کا عمیق نظری سے مشاہدہ و مطالعہ کیا جائے تو ان کی شاعری ظلم و ستم کے خلاف ایک علم بغاوت بلند کرتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ غلامی کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے افراد کو مایوسی کے بجائے اچھے مستقبل کی نوید سنا کر جینے کا حوصلہ فراہم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدائی دراصل وصل کی لذت کا ذریعہ ہے اور اگر جدائی نہیں تو وصل کی لذت بے معنی ہے۔ وہ رقیب کی سازشوں کو اور خدائی کے دعوؤں کو محض ایک تخیل تصور کر کے روشن مستقبل کی راہ ہموار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

گر آج تجھ سے جدا ہیں تو کل بہم ہوں گے

یہ رات بھر کی جدائی تو کوئی بات نہیں

گر آج اوج یہ ہے طالع رقیب تو کیا

یہ چار دن کی خدائی تو کوئی بات نہیں

جو تجھ سے عہد وفا استوار رکھتے ہیں

علاج گردشِ لیل و نہار رکھتے ہیں (7)

فیض کی شاعری محض سیاسی رجحانات اور معاشرتی حالات کی عکاس نہیں بلکہ اس میں آفاقیت بھی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے عہد کے مظالم کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے قاری کو عصری حالات سے آگاہ کیا ہے۔ ان کی شاعری میں بغاوت کی اصل صورت رجائیت ہے اور بغاوت ہی رجائیت کی بنیاد بنتی دکھائی دیتی ہے۔ اور قاری کو اصل حقائق سے آگاہ کرتی ہے۔ فیض کی شاعری میں رجائیت کے ساتھ ساتھ حسن و عشق کی سیکڑوں کڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ وہ حسن و عشق کے موضوعات کو سطحی طور پر دیکھتے ہیں اور واردات زندگی کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اس میں سیاسی و سماجی ناہمواریاں خود بہ خود شامل ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے سیاسی حالات کو بیانیہ انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ سماجی بدحالی کی فضا ان کی شاعری پر چھا جاتی ہے۔ وہ کبھی حالات کی ستم ظریفی سے مایوس نہیں ہوتے بلکہ حالات کا سینہ تان کر مقابلہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ فیض کی شعری خصوصیات پر ڈاکٹر نصرت چودھری کچھ یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

"فیض کے کلام میں دل کو چھو جانے والے ایسے مثالی پہلو ہیں جن کو پڑھ کر طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ فیض کا منفرد لہجہ، فیض کے عشقیہ موضوعات، فیض کے اشعار میں سیاسی اور سماجی حالات کا جاگتا ہوا شعور، سوز و گداز کی کیفیات،

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.4 2021

شدت احساس کی کار فرمائی، کلاسیکیت، رجائیت، علامتوں اور اشاروں کا بر محل استعمال، رمزیت اور ایمایت کا حسین انداز ایک ایک مصرع سے جھلکتا نظر آتا ہے۔"(8)

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مایوسی اور ظلم ستم کی فضا عقل انسانی کو جب اپنی آغوش میں لے لیتی ہے تو انسان ظلم و ستم اور معاشرتی پابندیوں کو اپنی قسمت اور وراثت کا حصہ سمجھ لیتا ہے اور اسے اپنے اعصاب پر سوار کر لیتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں انسانی خیالات اور جذبات پر پابندی ہو جب کوئی اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کرے اس کو سخت سزا دی جائے، تو اس معاشرہ میں انصاف اور روشن خیالی دم توڑ جاتی ہے اور مایوسی کی فضا چھا جاتی ہے۔ فیض نے ایسے معاشرے کے لوگوں کو بیدار کیا ہے اور ان کے اندر ہمت پیدا کی ہے تاکہ وہ اپنے حق میں بول سکیں اور حاکم وقت کے خلاف اپنے جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ان کی نظم "چند روز اور میری جان!" میں رجائی عناصر کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے۔ اس نظم میں انھوں نے ظلم و ستم کو برداشت کرنے والوں کو اچھے مستقبل کی نوید سنائی ہے۔ ان کے خیال میں ایسے لوگ جن کے جذبات اور خیالات محض حالات کی ستم ظریفی کے آگے بے بس ہیں وہ لوگ محض گوشت پوست کے پتلے ہیں انسان نہیں۔ انھوں نے معاشرتی پابندیوں اور ظلم و ستم کو ہمیشہ کے لیے خوش آمدید کہا ہے اور اسے محض تخیلاتی قصہ سمجھ کر برداشت کیا۔ ان کے نزدیک تاریکی دراصل روشنی کی پہلی سیڑھی ہے جو برے حالات ہی اچھے حالات کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ وہ معاشرتی ناانصافی اور طبقاتی تقسیم کو ظلم عظیم تصور کر کے اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

چند روز اور مری جان! فقط چند روز

ظلم کی چھاؤں میں دم لینے پہ مجبور ہیں ہم

اور کچھ دیر ستم سہ لیں، تڑپ لیں، رو لیں

اپنے اجداد کی میراث ہے معذور ہیں ہم

جسم پر قید ہے، جذبات پہ زنجیریں ہیں

فکر محبوس ہے، گفتار پر تعزیریں ہیں

اپنی ہمت ہے کہ ہم پھر بھی جیئے جاتے ہیں

زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں

ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں

اک ذرا صبر، کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں(9)

فیض کی نظموں میں رجائی عناصر کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں رجائی عناصر کو اس لیے شامل کیا ہے کہ قاری ظلم و ستم کے عہد میں کہیں مایوسی کے دامن کو نہ تھام لے اور عمر بھر گمراہی اور جہالت کو اپنا وطیرہ نہ بنالے۔ وہ غم دنیا اور غم زندگی کو ایک ساتھ اس طرح سمو کر پیش

Vol.4 No.4 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

کرتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے امید کی کرن پھوٹتی دکھائی دیتی ہے جو اس غم کو دور کرتی ہے۔ان کا یہ فن کمال ہے کہ وہ زندگی کے مسائل کو اور قلبی کیفیات کو ایک ساتھ پیش کرتے ہیں:

> " ان کا کمال یہ ہے کہ زندگی کے ایک سنجیدہ شعور کی توانائی میں واردات قلب کی گرمی اور گداز پیدا کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کی شاعری میں رجائیت ،زندگی پر اعتماد اور قوت شفا آئی ہیں ۔ میں ان کی بصیرت کو مانتا ہوں۔"(10)

محبوب کی ستم ظریفی اور بے وفائی انسان کو لاچار اور بے بس کر دیتی ہے اورانسان محبوب کی جدائی میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ است دنیاومافیہا کی پرواہ نہیں رہتی،اس کی روح بے چین ہو جاتی ہے اور ہجر اس کی اندرونی کیفیات کو ایک نئے موڑ پر لا کر چھوڑ دیتا ہے جہاں سے واپسی نہ ممکن ہے۔فیض محبت کو اپنے اعصاب پر سوار نہیں کرتے اور نہ ہی محبوب کی جدائی میں مایوسی اور قنوطیت سے رشتہ جوڑتے ہیں۔وہ محبت کے راگ الاپنے کے بجائے محبت سے دور بھاگتے دکھائی دیتے ہیں۔ان کے نزدیک محبت دراصل ایک سلاسل ہے جس سے نجات نہ ممکن ہے۔وہ محبت کو بھول کر آگے بڑھنے کی سعی کرتے ہیں۔

مچل رہا ہے رگ زندگی میں خونِ بہار

الجھ رہے ہیں پرانے غموں سے روح کے تار

چلو کہ چل کے چراغاں کریں دیار حبیب

ہیں انتظار میں اگلی محبتوں کے مزار

محبتیں جو فنا ہی گئی ہیں میرے ندیم!(11)

ان کی شاعری میں سیاسی رجحان اور رومانویت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔وہ مختلف استعاروں اور تشبیہات کے ذریعے ایسی فضا تخلیق کرتے ہیں کہ رجائیت رقص کرنے لگتی ہے۔ وہ بعض علامتوں کے ذریعے محبوب کی مختلف کیفیات اور جذبات کو بیان کر کے قاری کو لذتِ جنس سے شناسا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں محبوب ایک استعارے کے طور پر جلوہ گر دکھائی دیتا ہے۔استعارات اور علامات دراصل فیض کی شاعری کا حسن ہیں۔بعض ناقدین اس کو نفی پہلو قرار دیتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔رشید حسن خان کے مطابق:

> "فیض کے مزاج کی رومانویت ان کو انقلابی بننے سے روکتی رہی،ہاں ان کے انقلاب پسندی میں رومانویت کے عناصر شامل ہوتے رہے اور وہ اس طرح رومانی باغی بن کر رہ گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج تک وہ اسی دوراہے پر کھڑے نظر آتے ہیں۔"(12)

فیض احمد فیض ترقی پسند تحریک سے وابستہ رہے لیکن کبھی بھی ترقی پسندیت کو ذاتی خیالات اور جذبات پر حاوی نہیں ہونے دیا۔انہوں نے ہمیشہ حق کا بول بالا کیا ہے،ان کی شاعری میں غریبوں کی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ غریبوں کے دکھ درد بانٹتے دکھائی دیتے ہیں۔وہ ہمیشہ اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں اور غریبوں پر ہونے والے مظالم کو صفحہ قرطاس کی زینت بناتے دکھائی دیتے ہیں۔وہ جب مزدوروں کا استحصال ہوتے دیکھتے ہیں تو ان کے دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے اور مایوس ہونے کے بجائے رجائیت کا دامن تھام لیتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جب کبھی بکتا ہے بازار میں مزدور کا گوشت

شاہراہوں پہ غریبوں کا لہو بہتا ہے

آگ سی سینے میں رہ رہ کر ابلتی ہے نہ پوچھ

اپنے دل پر مجھے قابو ہی نہیں رہتا ہے۔(13)

بعض ناقدین کو فیض کے رومانوی شاعر ہونے پر اس لئے اعتراض ہے کہ وہ رومانوی لبادے میں انقلابی پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ وہ حالات کی ستم ظریفی اور معاشرتی پابندیوں کو استعاروں اور علامتوں کے ذریعے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ ان کی شاعری میں موضوعات کا دریا بہتا دکھائی دیتا ہے جس میں رومانیت بھی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے کلام میں حسن پیدا کرنے کے لئے مختلف تجربات ضرور کیے ہیں لیکن یہ تجربات قاری کو کسی بھی الجھن میں نہیں ڈالتے ، بلکہ وہ اور رمانوی لمحات کے ساتھ ساتھ رجائی عناصر سے لطف اٹھانے لگتا ہے۔ علی جواد زیدی کے بقول:

"ان کے یہاں اتنی گہری آفاقیت ہے کہ ہم ان کی نظموں کے ساتھ ساتھ چلنے لگتے ہیں۔ یہ نظمیں اپنی معلوم ہونے لگتی ہیں ان میں نظریات کا وہ بوجھل پن نہیں جو دوسروں کو کنارے ہٹادے۔"(14)

جنسی رجحانات اور جنسی کیفیات کا بیان اردو نظم میں جابجا ملتا ہے، ہر شاعر نے جنسی پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ محبوب سے ملنے کی خواہش اور پھر اس کا لمس، ہونٹ خطوط اور جسمانی لطف عاشق کی کیفیات اور جذبات کو مجروح کرتا ہے تو حسن وعشق کی کیفیات میں جنس کا عنصر شامل ہو جاتا ہے، کیونکہ جنس حسن وعشق کی درمیانی کڑی ہے، اس لئے انہوں نے محبوب کے خدوخال کو بڑی باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک محبوب کا حسن دراصل اس شاعری کی مانند ہے جس میں حسن وگل کی تمام کیفیات بیان کی جاتی ہیں۔ دراصل محبوب سے ملنے کی خواہش ہر عاشق کے دل میں ہوتی ہے، جب عاشق محبوب سے ملتا ہے تو اس کی حالت قابل رشک ہوتی ہے۔ محبوب کی ستم ظریفی عاشق کو مایوسی کی طرف دھکیل دیتی ہے اور وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر اپنی الگ دنیا بسالیتا ہے، مایوسی اور قنوطیت اس کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے اور وہ بے بس اور لاچار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ فیض کی شاعری عاشق کو مایوس کرنے کے بجائے اس کے دل میں ایک نیا جذبہ اور امنگ پیدا کرتی ہے اور اس کو جینے کا حوصلہ دیتی ہے۔

یہ بھی ہیں، ایسے کئی اور بھی مضموں ہوں گے

لیکن اس شوخ کے آہستہ سے کھلتے ہوئے ہونٹ

ہائے اس جسم کے کم بخت دل آویز خطوط

آپ ہی کہیے کہیں ایسے بھی افسوں ہوں گے

اپنا موضعِ سخن ان کے سوا اور نہیں

طبعِ شاعر کا وطن ان کے سوا اور نہیں(15)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

خلاصہ بحث یہ ہے کہ فیض کی ہر نظم رجائیت سے بھرپور ہے اور حقیقت میں وہ رجائی شاعری کے شہنشاہ ہیں۔

حوالہ جات

1) معین الدین عقیل، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو ادب محرکات اور رجحانات کا تشکیلی دور، کراچی: مولانا آزاد ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، پاکستان، 1995ء، ص 27-28
2) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، لاہور: مکتبہ کاروان، س۔ن۔، ص682
3) شفیق اشرفی، ڈاکٹر، فیض: افکار و اقدار، دہلی: نیو پبلک پریس، 1933ء، ص 101
4) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص682
5) فوزیہ یاسمین، ڈاکٹر، اردو نظموں میں سیاسی رجحانات کی جھلک، مرتب: ڈاکٹر سید عبد الباری، نئی دہلی: ثمر آفسٹ دریا گنج، 2005ء، ص156-157
6) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص532
7) ایضاً ص163
8) نصرت چوہدری، ڈاکٹر، فیض احمد فیض روایت اور انفرادیت، کلکتہ: اثبات و نفی پبلی کیشنز، 2009ء، ص 101
9) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص67
10) وصی احمد سندیلوی، انقلابی شاعر فیض احمد فیض، لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، 1977ء، ص24
11) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص57
12) رشید حسن خاں، فیض کی شاعری کے چند پہلو، مشمولہ: فیض احمد فیض عکس اور جہتیں، مرتبہ: شاہد ماہلی، نئی دہلی: معیار پبلی کیشنز، 1987ء، صفحہ 71
13) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص70
14) علی جواد زیدی، عظیم دور کا عظیم نمائندہ فیض، مشمولہ: فیض احمد فیض شخص اور شاعری، مرتبہ: اطہر نبی، نئی دہلی: سیمانت پرکاش، 1991ء، ص41
15) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، ص83